فسینفقونہا ثم تکون علیہم حسرۃ

امریکی ڈالر کی شیطنت

آصف صلاح الدین

(انگریزی سے ترجمہ: محمد ریحان)

سود پر قائم 'عالمی سرمایہ دارانہ نظام' الحمدللہ آج اپنی موت آپ مر رہا ہے۔ عالمی معیشت آج جس بحران سے دوچار ہے اس کا بنیادی سبب خود یہ معاشی نظام ہی ہے (بمعہ اپنی تمام ترجزئیات کے)۔ اور کیوں نہ ہو کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالی کے احکامات کے خلاف انسانی عقلوں کی اختراع ہوتی ہے، دنیا میں فساد اور شر ہی کا موجب بنتی ہے۔ یہ تو بنیادی بات ہوئی، ہاں! یہ نظام ہے کیا، اس کے ارکان کیا ہیں، اس میں کارفرما عوامل کیا ہیں اور وہ کیا عمل ہے جو شر و فساد کا موجب بنتا ہے؟...... زیر نظر تحریر اسی پر بحث کرتی ہے۔ مصنف نے انتہائی سادہ مثالوں کے ذریعے یہ پیچیدہ نظام سمجھانے کی کوشش کی ہے اور یہ امر بخوبی واضح کیا ہے کہ بینکوں اور کاغذی کرنسی کے شیطانی چکر نے کس مکاری سے انسانیت کو اپنا دست نگر اور غلام بنا رکھا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس مضمون سے ضرور مستفید ہوں گے اور اللہ اور اس کے رسولؐ سے بغاوت پر مبنی اس نظام کی حقیقت سمجھ کر ضرور اس کے خلاف میدانِ عمل میں نکلیں گے۔ (مدیر)

ایک عمارت کی مثال

آپ ایک دور دراز علاقے میں پچاس افراد پر مشتمل ایک ایسی عمارت کا تصور کیجیے جو باقی دنیا سے الگ تھلگ اور دیگر انسانوں کی پہنچ سے باہر ہو۔ یقیناً اس عمارت میں رہنے والے ہر انسان کی کچھ بنیادی مادی ضروریات ہوں گی مثلاً روٹی، کپڑا، مکان وغیرہ۔ نیز اسے وقتاً فوقتاً چند اساسی خدمات کی ضرورت بھی پڑے گی مثلاً کسی طبیب، مستری یا بڑھئی کی خدمات۔ اب چونکہ کسی ایک فرد کے لئے یہ تمام کے تمام ہنر سیکھنا ممکن نہیں لہٰذا مناسب صورت یہی ہے کہ ہر فرد ایک دو بنیادی ہنر حاصل کر لے اور انھیں اپنی گزر بسر کے لئے استعمال کرے۔ مثلاً ایک فرد کھیتی باڑی اور مویشی پالنے کا ہنر حاصل کر لے، دوسرا نل کاری اور ترکھان کا کام سیکھ لے، اور اسی طرح ہر فرد کوئی نہ کوئی مفید ہنر سیکھ لے۔

باہمی لین دین کا فطری طریقہ

چونکہ یہ پچاس افراد اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ہنر کے محتاج ہیں،

سو ایک دوسرے کے ہنر سے فائدہ اٹھانے کے لئے انھیں باہم لین دین اور اشیاء و خدمات کا تبادلہ کرنا ہو گا۔ مثلاً ایک کسان کسی معمار کو ۱۰ مرغیاں دے کر اپنے گھر کی مرمت کروائے گا یا ایک صفائی کرنے والا آدھے دن کی صفائی کے بدلے ایک جولاہے سے دو اونی سویٹر سلوائے گا۔

تبادلۂ اشیاء کی بجائے کرنسی کا استعمال

جیسے جیسے اس عمارت میں ہنر مند لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گا (جو اپنی اشیائے پیداوار اور خدمات کے تبادلے کے ذریعے باہم لین دین کریں گے)، ویسے ویسے خدمات اور اشیاء کے مابین شرح تبادلہ قائم رکھنا مشکل اور پیچیدہ تر ہوتا جائے گا۔

یوں اس عمارت میں کاغذی نوٹ کا استعمال شروع ہوتا ہے، جو اشیاء اور خدمات کے تبادلے میں درپیش مشکلات کو ختم کر دیتا ہے۔ اب کے بعد سے ایک گھنٹے صفائی کرنے کی اجرت کرنسی کی اکائی میں مقرر کی جاتی ہے، اسی طرح ایک اونی سویٹر کی قیمت ۵ اکائیاں اور ایک مرغی کی قیمت ۱۳ اکائیاں وغیرہ رکھ دی جاتی ہے۔ اب اگر ایک کسان کو کسی معمار کی خدمات کی ضرورت ہے تو وہ بکریوں کی ایک متعین تعداد لے کر نہیں گھومے گا بلکہ اسے یہ خدمات حاصل کرنے کے لئے محض اپنے بٹوے میں ایک مخصوص مقدار میں کرنسی نوٹ رکھنا ہوں گے۔

بینک کا ''اچھوتا'' تصور

پس اس عمارت میں موجود تمام افراد کسی نہ کسی ہنر کے ذریعے گزر بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر ایک فرد ایسا نہیں کرتا۔ یہ ایک فرد...... کچھ دیر کے لئے تصور کریں کہ وہ ایک بینکار ہے...... بجائے اس کے کہ وہ اینٹیں ڈھونے کا ہنر سیکھے یا لوگوں سے روابط استوار کرنے کا فن سیکھے یا کھانا پکانا سیکھے یا کوئی اور فن جس کے ذریعے وہ عمارت میں موجود دوسرے افراد کے ساتھ لین دین کر کے روزمرہ زندگی گزار سکے ...... وہ کچھ مختلف اور اچھوتا کام کرتا ہے۔ وہ صرف اس عمارت میں استعمال ہونے والی کرنسی کو چھاپتا اور اختیار میں لاتا ہے۔ بظاہر شاید یہ ایک معصومانہ سا کام لگے مگر ذرا آپ اس فرد پر اور اس عمارت کے دیگر رہائشیوں پر اس کے اثرات ملاحظہ کیجئے۔

بینکار نے کوئی محنت نہیں کرنی محض نوٹ چھاپنے ہیں

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ اس عمارت کے رہائشی اب اشیاء اور خدمات کے براہِ راست تبادلے کی

بجائے آپس میں کرنسی کا تبادلہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اب اگر ایک باورچی کو علاج معالجہ کی ضرورت ہے تو اسے ڈاکٹر کو ایک مخصوص تعداد میں کیک بنا کر نہیں دینے ہوں گے بلکہ وہ ڈاکٹر کو ایک متعین مقدار میں کاغذی نوٹ دے گا۔ یہ نوٹ جسے وہ اپنے علاج پر خرچ کرتا ہے، شاید اس نے پچھلے ہفتے ایک کسان کو کیک بیچ کر کمائے ہوں۔ لیکن بالفرض اگر بینکار کو علاج کی ضرورت پیش آجائے تو اسے کیا کرنا ہوگا؟ کیا وہ علاج سے پہلے گھنٹوں کسی کی خدمت کر کے یا کوئی قابل فروخت شے بیچ کر نوٹ کمائے گا اور وہ نوٹ کسی طبیب کو دے کر اپنا علاج کرائے گا؟ نہیں! اسے یہ سب مشقت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ اسے تو محض مزید کاغذی کرنسی چھاپنی ہوگی جسے اس عمارت کے رہائشی آپس میں تجارت کے لئے استعمال کریں گے اور اس کے بدلے میں وہ اسے علاج کی سہولت فراہم کر دیں گے۔ جب کبھی بھی وہ کوئی ضرورت کی چیز یا کسی کی خدمات حاصل کرنا چاہے گا تو اسے بس یہی کرنا ہوگا۔

انسانیت کو غیر محسوس انداز میں غلام بنانے کا شیطانی حیلہ

چنانچہ عمارت پر اس کا مجموعی اثر یہ مرتب ہو رہا ہے کہ باقی ۴۹ لوگ اس کاغذی کرنسی کو حاصل کرنے کے لئے بھاگ دوڑ اور محنت مشقت کرتے ہیں، اور پھر اس کرنسی کے ذریعے دیگر اشیائے ضرورت اور دیگر بنیادی خدمات حاصل کرتے ہیں، جبکہ بینکار کو کسی کام میں شامل نہیں ہونا پڑتا۔ اسے صرف کرنسی چھاپنے کے لئے درکار وسائل حاصل کرنے ہیں اور یہ بات یقینی بنانی ہے (خواہ اس کے لئے قوت ہی استعمال کرنی پڑے) کہ عمارت میں موجود تمام افراد ہر قسم کے لین دین کے لئے اسی کی چھاپی ہوئی کاغذی کرنسی استعمال کریں۔ یہاں ذرا سا غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ بینکار اپنی روزمرہ کی اشیائے ضرورت اور خدمات بالکل مفت حاصل کر رہا ہے (سوائے کاغذی کرنسی کی چھپائی پر آنے والے اخراجات کے، جو کہ نہایت معمولی ہیں)۔

سرمایہ دارانہ نظام قوت و جبر کے بل پر قائم ہے

اس مراعت یافتہ حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ بینکار یہ بات یقینی بنائے کہ عمارت میں ہر وقت صرف اسی کی کرنسی استعمال ہو، چاہے اس کی خاطر دھونس، دھاندلی سمیت کوئی بھی حربہ استعمال کرنا پڑے، بلکہ ضرورت پڑنے پر قوت کے استعمال سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ گویا مجموعی طور پر اس بینکار کا رویہ ایک بدمعاش جیسا ہوگا۔

نیز اس حیثیت کے برقرار رہنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کاغذی کرنسی چھاپنے میں بینکار پر کسی قسم کی پابندی یا شرط نہ عائد ہوتی ہو۔ یعنی اسے کرنسی نوٹ چھاپنے سے پہلے یہ یقینی نہ بنانا پڑے کہ ان نوٹوں کی مالیت کے بقدر کوئی مادی چیز، مثلاً سونا، چاندی وغیرہ اس کے پاس خزانے میں موجود ہو۔ اسے مکمل آزادی ہو کہ جب چاہے، جتنے چاہے نوٹ چھاپ لے۔

قیمتی نوٹ یا کاغذ کی بے وقعت پرچیاں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان کاغذی نوٹوں کے پیچھے سونا یا چاندی نہیں، تو کیا یہ واقعتاً کسی قیمت کے حامل بھی ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسی صورت میں ان کی حیثیت کاغذ کی پرچیوں کے سوا کچھ نہیں۔ کاغذ کی ان بے وقعت پرچیوں کو تو محض اس لئے قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے کہ عمارت کے تمام رہائشی باہمی لین دین و تجارت کے لئے انہیں استعمال کر رہے ہیں۔ جس دن وہ کاغذ کے ان نوٹوں سے لین دین ترک کر دیں اسی دن ان کی قیمت صفر ہو جائے گی۔

مہنگائی کیوں ہوتی ہے؟

اشیاء اور خدمات کی قیمتوں پر کاغذی کرنسی کی چھپائی اور اس کے گردش میں آنے کا عملی اثر دیکھنا ہمارے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ فرض کیجئے کہ اول الذکر عمارت میں رہنے والے ۵۰ افراد کے پاس مجموعی طور پر ۵۰۰۰ اکائیوں کے نوٹ موجود ہیں۔ ایسے میں ایک کسان اپنی گائے بیچنا چاہتا ہے۔ وہ اس گائے کی قیمت ۴۰۰ اکائیاں مقرر کرتا ہے، اور اسے محض ایک خریدار ایسا ملتا ہے جو یہ قیمت ادا کرنے پر تیار ہوتا ہے۔ اسی دوران بینکار مزید ۱۰۰۰ اکائیوں کے نوٹ چھاپ دیتا ہے۔ اس رقم میں سے کچھ مقدار وہ بطورِ قرض عمارت میں موجود دو لوگوں کو (جو عمارت کے معاملات پر بالا دستی جمانے میں اس کی مدد کرتے ہیں) دے دیتا ہے۔ اب چونکہ ان دونوں افراد کے پاس گائے خریدنے کے لئے درکار پیسے میسر ہو جاتے ہیں لہٰذا یہ بھی اس گائے کو خریدنے میں دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔

نتیجتاً اس کسان کو گائے کی فروخت میں ایک نہیں، تین آدمیوں کا سامنا ہے جو تمام اسے ۴۰۰ کی قیمت پر خریدنا چاہتے ہیں۔ اس مقابلے کو دیکھتے ہوئے کسان بھی گائے کی قیمت ۴۸۰ تک بڑھا دیتا ہے۔ پس اب پھر سے ایک ہی آدمی اسے خریدنے کا متحمل رہ جاتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ ایک آدمی وہی اصل خریدار ہو جو اس گائے کو پہلے خریدنا چاہ رہا تھا، لیکن اب اسے پہلے سے زیادہ قیمت ادا کرنا پڑے گی۔

افراطِ زر سے سبھی نقصان اٹھاتے ہیں، سوائے بینکار کے

گویا اس عمارت میں افراطِ زر کا عمل شروع ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے اشیاء اور خدمات کی قیمتیں مناسب حد سے تجاوز کرگئی ہیں۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اشیاء اور خدمات کی مقدار میں کسی اضافے کے بغیر ہی لوگوں کے پاس موجود کرنسی کی مقدار میں اضافہ ہوگیا ہے لہٰذا اشیاء اور خدمات کی پرانی مقداروں (یعنی رسد) ہی کے لیے طلب اب پہلے سے زیادہ ہے۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس عمل میں کسان نے ۱۸۰ اکائیوں کا فائدہ اٹھایا ہے لیکن جب بھی کسان خود اپنی ضروریات کے لیے کسی سے اشیائے صرف یا خدمات طلب کرے گا تو اسے بھی بعینہ اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا اس کا حاصل کردہ منافع بے معنی ہو جائے گا۔ البتہ اس سارے عمل میں بینکار کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ ایک طرف تو وہ مقروض شخص سے اپنی رقم بمع سود واپس لے لے گا، نیز وہ اپنے کسی بھی خسارے کو مزید نوٹ چھاپ کر پورا کر لے گا۔

دس عمارتوں پر مشتمل بستی کی مثال لیجئے

ابھی تک ہم نے صرف ایک بڑی عمارت پر بینک اور کاغذی کرنسی کے نظام کا اثر دیکھا ہے۔ آیئے اب ایسی ہی ۱۰ عمارتوں پر مشتمل ایک بستی کے بارے میں تصور کرتے ہیں جن میں سے ہر عمارت میں ۵۰ افراد رہتے ہیں؛ اور سب مذکورہ بالا طریقے ہی سے رہائش پذیر ہیں۔ یقیناً ان میں سے ہر عمارت کے رہائشیوں کے پاس اپنی علیحدہ کرنسی ہوگی جو ان کی عمارت میں گردش کرتی ہوگی۔ لیکن ہماری پہلی عمارت کے بینکار نے دوسری عمارتوں کے لئے بھی منصوبہ تیار کر رکھا ہے۔ اگر وہ کسی طرح اپنی کرنسی اپنی عمارت کے ساتھ ساتھ دوسری عمارتوں میں بھی لاگو کرالے تو اس کی قوتِ خرید بڑھ جائے گی۔

تیل کی خرید وفروخت بھی بینکار کی کرنسی میں

چنانچہ یہ بینکار تمام عمارتوں کا جائزہ لیتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ ایک عمارت ایسی بھی ہے جس کی بنیادی پیداوار مٹی کا تیل ہے۔ مٹی کا تیل اس عمارت کے ساتھ ساتھ دیگر عمارتوں میں بھی ایک بنیادی ضرورت کی حیثیت رکھتی ہے۔ بینکار سوچتا ہے کہ اگر وہ مٹی کا تیل خریدنا چاہے تو چونکہ یہ پیداوار ایک دوسری عمارت سے تعلق رکھتی ہے جہاں اس کی کاغذی کرنسی کوئی حیثیت نہیں رکھتی، لہٰذا اسے تیل خریدنے کے لئے کوئی مادی شے یا کوئی خدمت پیش کرنا ہوگی۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ یہ تکلیف و مشقت

اٹھائے، وہ اس مسئلے کا ایک بہترین حل نکالتا ہے۔ وہ دوسری عمارت کے رہائشیوں کو بھی اپنی کرنسی میں تجارت کرنے پر آمادہ کرلیتا ہے۔

بینکار اور شاہی خاندان کے گہرے روابط کا پس منظر

سوال یہ ہے کہ وہ انہیں اتنی بڑی بات پر آمادہ کرنے میں کیسے کامیاب ہوا؟ دراصل اس نے تیل پیدا کرنے والی عمارت میں ایک ایسا خاندان تلاش کرلیا تھا جو اس سے قریبی تعلقات پیدا کرنے پر آمادہ تھا۔ پھر اس خاندان نے اپنے مقامی اثر ورسوخ اور مختلف حیلے بہانے استعمال کرتے ہوئے عمارت کے تمام خاندانوں کو بینکار کی کرنسی میں خرید وفروخت کرنے پر آمادہ کیا۔ اس سب کے بدلے بینکار نے اس خاندان کو اس عمارت میں اپنی حیثیت کو مضبوط و مستحکم کرنے اور عمارت کے جملہ معاملات پر تسلط دلانے میں مدد دی۔ نیز بینکار نے اس خاندان کے اس دعوے کو دوام اور قوت بخشی کہ مٹی کا تیل ...... جو اس عمارت کی عمومی پیداوار تھی...... اس پر صرف اس خاندان کا حق ہے اور عمارت میں موجود کسی دوسرے خاندان کا اس پر کوئی حق نہیں، حالانکہ امر واقع اس کے برخلاف ہے۔

الغرض پہلی عمارت کی طرح مٹی کا تیل پیدا کرنے والی عمارت کے باسی بھی اب بینکار کی کرنسی میں لین دین شروع کردیتے ہیں۔ نتیجتاً کرنسی کی قدر مزید بڑھ جاتی ہے۔ نیز اب پہلی عمارت کے باسی نہایت سہولت سے اپنی عمارت میں رائج کرنسی سے دوسری عمارت میں پیدا ہونے والا مٹی کا تیل خرید سکتے ہیں۔

کاغذی کرنسی کا طلسم تیل پیدا کرنے والوں کے دم سے قائم ہے

اس تبدیلی کا اثر باقی بستی پر بھی پڑے گا، یعنی جس عمارت کے باسی کو بھی مٹی کا تیل درکار ہوگا اسے بینکار کی کرنسی ہی میں تیل خریدنا پڑے گا...... کیونکہ مٹی کے تیل کا مالک خاندان اپنے مخصوص مفادات کے پیشِ نظر کسی اور کرنسی میں خرید وفروخت پر آمادہ نہیں۔ پس اب تیل کے خریداروں کو پہلے بینکار سے رجوع کرنا ہوگا اور اسے کچھ مادی اشیاء اور خدمات فراہم کرکے اس سے کرنسی نوٹ لینا ہوں گے۔ پھر اس کرنسی سے تیل خریدا جائے گا۔ نتیجہ پھر وہی نکلے گا، یعنی بینکار کی کرنسی کی قدر میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور اس کی دولت مزید پھلے پھولے گی۔

لیکن بینکار یہ بات بھی بخوبی جانتا ہے کہ جس دن ان دیگر عمارتوں نے اس کی کرنسی میں لین دین کرنا چھوڑ دیا اور اپنی علیحدہ کرنسی بنالی...... خصوصاً جو عمارتیں جو اس بستی کی معیشت کو سنبھالا دیئے ہوئے ہیں

(مثلاً مٹی کا تیل بنانے والی عمارت)......اسی دن اس کا اثر و رسوخ ختم ہو جائے گا اور اس کی معیشت بالکل بیٹھ جائے گی۔ چنانچہ اس نے یہ بات طے کر رکھی ہے کہ اگر وہ سیاسی اور تجارتی ذرائع استعمال کرتے ہوئے ان عمارتوں کو اپنی کرنسی استعمال کرنے پر آمادہ نہ کر سکا، خصوصاً مٹی کے تیل والی عمارت کو، تو آخری ہتھیار کے طور پر وہ بزورِ قوت انہیں اپنی کرنسی کے استعمال پر مجبور کرے گا۔

امریکی ڈالر کی بالادستی کا سفر

یہ سب محض کسی تخیلاتی دنیا کی کہانی نہیں، بلکہ حقیقت کی دنیا میں بھی عالمگیر سطح پر یہی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ آج کی دنیا میں اس بینکار کا نام 'امریکہ' اور اس کی کرنسی 'امریکی ڈالر' ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے اختتام تک امریکہ اپنے آپ کو اس مقام پر پہنچا چکا تھا کہ ۱۹۴۴ میں ہونے والے 'بریٹن ووڈ معاہدے' کے تحت اس کی کرنسی کو عملاً دنیا کی واحد ''ریزرو'' (reserve) کرنسی کے طور پر تسلیم کر لیا گیا، مگر اس وقت تک یہ کرنسی سونے کے پیمانے سے نتھی تھی۔ اگلے کئی سالوں تک ڈالر یونہی سونے کے ساتھ نتھی رہا، لیکن بالآخر ۱۹۷۱ء میں امریکی ایماء پر دنیا کی نام نہاد ''بڑی قوتوں'' کے مابین بریٹن ووڈ معاہدہ منسوخ ٹھہرا۔ اس دن کے بعد سے ڈالر کے کاغذی نوٹوں کا تعلق سونے سے ٹوٹ گیا، یعنی اب کوئی شخص بھی کسی بینک کو ڈالر واپس کر کے اس سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ اسے سونا دیا جائے۔ (یاد رہے کہ کاغذی نوٹ کا اصل تصور یہی تھا کہ باہمی لین دین کے لئے سونے یا چاندی کو ساتھ لئے لئے گھومنے کی بجائے انہیں کسی بینکار کے پاس جمع کرا دیا جائے اور اس سے کاغذی ایک رسید وصول کر لی جائے (جو کہ نوٹ کہلاتی ہے)۔ پھر باہم لین دین کے لئے ان رسیدوں ہی کا تبادلہ کیا جائے اور ہر فرد کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ جب چاہے بینکار کو یہ رسید واپس کر کے سونے کی ادائیگی کا مطالبہ کر دے۔ ایسی صورت میں بینکار پر لازم تھا کہ وہ رسید پر درج مالیت کے بقدر سونا اسے فراہم کر دے۔ یہ اسی کی یادگار ہے کہ (مثال کے طور پر) ۱۰۰ روپے کے تمام نوٹوں پر آج تک یہ جملہ درج ہوتا ہے کہ ''بینک دولت پاکستان ایک سو روپیہ حامل ہذا کو مطالبے پر ادا کریگا''، اگرچہ اس جملے پر عمل اب متروک ہو چکا ہے۔ مترجم)

ایک سوچا سمجھا فریب

بریٹن ووڈ معاہدے کے پیچھے یہ سوچ کارفرما تھی کہ یہ امر یقینی بنایا جائے کہ دنیا کی تمام بڑی کرنسیوں کے پیچھے ان کی مالیت کے بقدر سونا موجود ہو۔ چنانچہ اس معاہدے کے مطابق کم از کم نظری طور پر کوئی ملک آزادی کے ساتھ کرنسی نہیں چھاپ سکتا تھا۔ لیکن چونکہ دنیا کے دیگر رفتہ رفتہ ممالک اپنا اثر کھوتے گئے اور امریکہ درجہ بدرجہ دنیا کی قیادت کے مرتبے پر فائز ہو گیا، چنانچہ بالآخر امریکہ کی

ایماء پر یہ معاہدہ توڑ دیا گیا۔

اگر اس مسئلے کو پچھلی مثال کے تناظر میں دیکھا جائے تو یوں سمجھئے کہ مختلف عمارتوں نے اپنی اپنی کرنسی کا اجراء کیا لیکن ایک بڑے بینکار نے ایک حیلے کے ذریعے باقی عمارتوں کو بھی اپنی کرنسی میں تجارت کرنے کے لیے آمادہ کرلیا۔ اصلاً تو کسی بھی عمارت والے اپنی کرنسی پر دوسری کرنسی کو فوقیت دینے پر آمادہ نہیں تھے، لیکن یہ وعدہ کر کے ساری بستی کو راضی کرلیا گیا کہ جب کبھی کوئی اس نظام سے غیر مطمئن ہو تو وہ یہ کرنسی واپس کر کے اس کے بقدر سونا حاصل کرسکتا ہے۔ تاہم جب ایک دفعہ تمام عمارتیں اس بات پر رضامند ہوگئیں اور اس کرنسی کا استعمال شروع کردیا تو یہ بینکار اپنے وعدے سے مکر گیا۔ لیکن اس عرصے میں بینکار نے اپنا اثر ورسوخ اس حد تک بڑھا لیا تھا کہ اب کوئی عمارت بھی اس کی کرنسی سے رجوع کرنے کی جرات نہ کرسکی۔

خام تیل کی تجارت صرف ڈالر میں ہوسکتی ہے

عالمی معیشت و بین الاقوامی سیاست پر اپنی گرفت قائم کرنے کی غرض سے امریکہ نے ۱۹۷۱ء میں ہی تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم (OPEC) سے یہ طے کرلیا کہ تیل کی تجارت صرف امریکی ڈالر میں ہوگی۔ نتیجتاً آج کوئی بھی ملک ڈالر سے آزاد ہوکر اپنے معاملات نہیں چلا سکتا ہے۔ آج خام تیل کے بیرلوں کی تجارت...... جس میں لاکھوں بیرل یومیہ کا لین دین ہوتا ہے اور جو نہایت مہنگے داموں بکتے ہیں...... یہ تجارت ڈالروں میں ہونے کے سبب امریکی کرنسی بین الاقوامی سطح پر تجارت کی ایک بنیادی ضرورت بن گئی ہے۔ یوں نہ صرف خام تیل کی تجارت ڈالروں میں ہورہی ہے بلکہ اس کے دیکھا دیکھی سونے سمیت بہت سی دیگر بنیادی اشیائے صرف کی خرید وفروخت بھی ڈالر میں ہونے لگی ہے۔

عالمی معاشی بحران؛ سرمایہ دارانہ نظام کی خامیوں کا منطقی انجام

آج ڈالر کی بالادستی قائم ہوئے ۴۰ سال سے بھی کم عرصہ بیتا ہے کہ مغرب کا بینکاری نظام واضح طور پر تباہی کے دہانے پہ کھڑا نظر آ رہا ہے۔ قرض کے بے لگام لین دین اور short selling,credit derivative trade،default swaps اور نقائص سے پُر دیگر تجارتی معاملات کے سبب مغربی بینک آج پے در پے دیوالیہ ہورہے ہیں۔ (ترجمہ مکمل ہونے تک ایسے بینکوں کی تعداد ۱۰۶ تک پہنچ چکی ہے۔ مترجم)

سرمایہ داری کے علمبردار اپنے اصولوں سے انحراف پر مجبور ہیں

وہ مغربی ریاستیں جنہوں نے پوری دنیا میں سرمایہ دارانہ فلسفہ نافذ کرنے کا ٹھیکہ اٹھا رکھا تھا (جس کے تحت تیسری دنیا کے ممالک پر زور ڈالا جا رہا تھا کہ وہ درآمدات پر عائد پابندیوں کو توڑ کر اپنی منڈیوں کو آزاد کریں اور ملکی اثاثوں کی انتہائی کم قیمت پر نجکاری کریں)...... جب آخرکار ان کی اپنی باری آئی تو وہ منافقت و دوہرے معیار اختیار کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ وہ اس کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ ان کے معاشی ادارے منڈیاں آزاد کرنے کے سبب تباہ ہو جائیں۔

اگرچہ مغربی ریاستیں سرمایہ کاری کے مختلف طریقوں، نیز خلیجی ریاستوں سے امداد کی وصولی کے ذریعے عالمی معاشی بحران سے پیدا ہونے والے خلاء کو پر کرنے کے لئے کوشاں ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان ذرائع سے اتنا بڑا خلاء پر ہونا ہرگز ممکن نہیں۔ ان ریاستوں کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں باقی بچا یہ کہ اپنی اپنی حکومتوں کے سامنے کاسہء گدائی دراز کریں اور اس بحران سے نکلنے کے لئے ان سے مدد لیں۔ دوسری طرف ان حکومتوں کے پاس بھی...... معاشی دنیا کے اشراف سے اپنے گہرے روابط کے سبب اور اس بھیانک خدشے کے پیشِ نظر کہ اگر تمام بینک دیوالیہ ہو گئے اور پورا معاشی ڈھانچہ بیٹھ گیا تو کہیں یہ اپنے ساتھ سرمایہ دارانہ نظام پر قائم اس پورے معاشرے کو بھی نہ لے ڈوبے...... اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ یہ اپنے بنکوں میں مزید اربوں ڈالر، پاؤنڈ، اسٹرلنگ اور یورو ٹھونسیں۔

عالمی معاشی بحران کا اصل نقصان عوام کو ہے

یہی بات سب سے خطرناک ہے کہ اگر بینکوں کا نقصان پورا کرنے کے لئے حکومتوں کے پاس موجود اموال کافی نہ ہوئے تو وہ یہ کمی مزید نوٹ چھاپ کر پورا کریں گی۔ ماضی قریب ہی میں امریکی حکومت نے اپنے معاشی شعبے کو اس بحران سے نکالنے کی خاطر ۷۰ کروڑ ڈالر کی امداد کا اعلان کیا ہے۔ بعض ماہرینِ معاشیات کے مطابق امریکی حکومت یومیہ ۴۰ کروڑ ڈالر یا ہفتہ وار ۲۰ کھرب ڈالر اس معاشی نظام میں داخل کر رہا ہے۔ اس سے وقتی طور پر تو شاید بینکوں کو دیوالیہ ہونے سے بچا لیا جائے مگر حقیقت میں خسارہ ختم ہونے کی بجائے محض ایک وجود سے دوسرے کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ جب پیسہ چھپے گا اور بینکوں کو دیوالیہ ہونے سے بچانے کے لئے ان میں داخل کیا جائے گا تو یہ پیسہ اس معیشت میں اپنی جگہ بنانا شروع کر دے گا۔ جیسے جیسے یہ معاملہ آگے بڑھے گا، افراطِ زر اور مہنگائی تیزی سے پھیلیں گے کیونکہ اشیاء اور

خدمات کی پہلے سے موجود مقداروں کو حاصل کرنے کے لیے اب پہلے کی نسبت کہیں زیادہ کرنسی دستیاب ہوگی۔ اس سارے عمل کا ایک ہی نتیجہ نکلنا ممکن ہے...... یعنی آئندہ مہینوں اور سالوں میں زبردست عالمی کساد بازاری جس سے خود مغربی معیشتیں بھی بری طرح متاثر ہوں گی۔ گویا درحقیقت بینکوں کے مالی خسارے کو نہایت ہوشیاری اور مجرمانہ طریقے سے عوام کی طرف منتقل کردیا گیا ہے۔

عالمی پیمانے کی منفرد ڈکیتی

واضح رہے کہ یہ ایک ڈکیتی ہے...... عالمی پیمانے پر ہونے والی ''عظیم الشان'' ڈکیتی! ایک ایسے منفرد انداز کی ڈکیتی جس کا ارتکاب مذکورہ بالا طریقے کے سوا کسی طرح ممکن نہیں۔ ڈکیتی کی اس واردات کے لئے لوگوں کی ملکیت میں موجود چیزوں کو ان سے چھیننے یا ان پر قبضہ جمانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ لوگوں نے اپنے خون پسینے کی کمائی تجوریوں میں رکھی ہو یا اپنے تکیوں کے نیچے، نئے نوٹ چھپنے کی وجہ سے (جو دراصل بینک کی ملکیت ہیں) اس کی اصل قدر یا قوتِ خرید اپنی جگہ پڑے پڑے ہی کم ہوتی جائے گی۔ جتنے زیادہ ڈالر چھپ کر گردش میں آئیں گے، پہلے سے موجود ڈالر (یا ڈالر سے وابستہ دیگر کرنسیوں مثلاً سعودی ریال وغیرہ) کی قیمت اتنی ہی گھٹتی جائے گی۔ مثلاً اگر ایک فرد کے پاس ۱۰۰۰ ڈالر ہیں لیکن اس افراطِ زر کی وجہ سے اب ان کی قدر پہلے کے ۶۰۰ ڈالر جتنی رہ گئی ہے تو سمجھئے کہ اس کے پاس سے ۴۰۰ ڈالر چوری ہو گئے ہیں بغیر کسی واردات کے! اور یہ چوری کرنے والا کوئی ڈاکو نہیں بلکہ اس کی اپنی حکومت اور بینک ہیں۔

ڈالر سے رشتہ توڑنا ہوگا

تمام ممالک، خصوصاً مشرقِ وسطی کی ریاستوں کے پاس اس مشکل سے نکلنے کی راہ یہی ہے کہ وہ ڈالر کو تباہ کرنے کی کوشش کریں۔ جب تک وہ اس ڈالر میں تجارت کرتے رہیں گے تب تک اسے تقویت ملتی رہے گی اور جس دن وہ اس سے رشتہ توڑیں گے اسی دن یہ دھڑام سے گر جائے گا۔ چونکہ عرب ممالک اور چین کے پاس مجموعی طور پر ڈالر کے ذخائر کا سب سے بڑا حصہ ہے (جو انھوں نے اشیائے ضرورت کی فروخت اور خدمات کی فراہمی کے ذریعے حاصل کئے ہیں)...... لہٰذا اس ساری صورتحال میں ان کا سراسر نقصان ہے۔ امریکہ کے مجرمانہ طور پر دھڑا دھڑ ڈالر چھاپ کر دنیا میں پھونکنے سے وہ ساری آمدنی جو انھوں نے کمائی ہے، بے وقعت ہوتی جارہی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑنا ہی واحد حل ہے

آج اگر مغربی دنیا بریٹن ووڈ معاہدے کی طرف واپس چلی بھی جائے (یعنی کرنسی نوٹوں کی مالیت کے بقدر سونا بینکوں میں رکھ لے اور آزادانہ نوٹ چھاپنا بند کردے) تب بھی اس چیز کی کوئی ضمانت نہیں کہ معیشت سنبھلنے اور دوبارہ قوت پانے کے بعد وہ اسی تماشے کو دوبارہ نہیں دہرائی گی۔ اصل حل اس موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی بہتری کی سعی نہیں، بلکہ اس سے نمٹنا اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے، کیونکہ مذکورہ بالا تمام تر کھیل اسی نظام کے اکھاڑے میں کھیلا جارہا ہے۔ پس ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ سابقہ اشترا کی نظام کی طرح موجودہ سرمایہ دارانہ نظام بھی ایک مکمل ناکام اور باطل نظام ہے، اور یہی نظام آج منبعِ شر وفساد بنا ہوا ہے۔

اسلام ہی انسانیت کی اخروی ودنیوی فلاح کا ضامن ہے

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی صورت میں ایک مکمل حل عطا کر رکھا ہے۔ مختصراً بیان کیا جائے تو اسلامی نظامِ معیشت میں، اپنے دیگر ثمرات و برکات کے ساتھ ساتھ، اس مسئلے کا عملی حل یہ ہے کہ سونے کو "ثمنِ حقیقی" (قدر و قیمت کی حامل اصل کرنسی قرار دیا گیا ہے) اور کسی بھی "ثمنِ عرفی" (عام رواج پا جانے والی کرنسی) کی اس حقیقی کرنسی سے آزاد کوئی حیثیت نہیں تسلیم کی گئی۔ یوں کاغذی کرنسی کی بے لگام چھپائی کے ذریعے انسانیت کا استحصال کرنے کے دروازے پہلے ہی بند کر دیئے گئے ہیں۔ نیز اسلام سرمایہ دارانہ نظام میں موجود ان بہت سے تجارتی معاملات کی اجازت بھی نہیں دیتا جو آج بینکوں میں رائج ہیں اور عالمی معیشت کی تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ چونکہ اسلامی شریعت کے اصول اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اور قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں، اس لیے ان میں وقتی مصالح اور مفادات کے پیشِ نظر کسی اصولی تبدیلی کی گنجائش نہیں اور وہ ہر حال میں واجب الاتباع رہیں گے۔

و آخر دعوانا أن الحمدللّٰہ رب العالمین!